Online Edition

جمعرات 02 جولائی 2020ء | 10 ذوالقعدہ 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:158

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوۡا وَ لَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ (الحجرات:13)

ترجمہ:۔اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں۔ اور تجسس نہ کیا کرو۔ اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو۔ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: پھر غیبت ایک گناہ ہے جس سے اصلاح کی بجائے معاشرے میں بدامنی کے سامان ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس گندے فعل سے کراہت دلاتے ہوئے فرمایا کہ تم تو آرام سے غیبت کر لیتے ہو۔ یہ سمجھتے ہو کہ کوئی بات نہیں، بات کرنی ہے کر لی۔ زبان کا مزا لینا ہے لے لیا۔ یا کسی کے خلاف زہر اگلنا ہے اگل دیا۔ لیکن یاد رکھو یہ ایسا مکروہ فعل ہے ایسی مکروہ چیز ہے جیسے تم نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھالیا۔ اور کون ہے جو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے کراہت نہ کرے۔ غیبت یہی ہے کہ کسی کی برائی اس کے پیچھے بیان کی جائے۔ پس اگر اس شخص کی اصلاح چاہتے ہو جس کے بارہ میں تمہیں کوئی شکایت ہے تو علیحدگی میں اسے سمجھاؤ تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لے اور پھر بھی اگر نہ سمجھے تو پھر اصلاح کے لئے متعلقہ عہدیدار ہیں، نظام جماعت ہے، امیر جماعت ہے اور اگر کسی وجہ سے کوئی مصلحت آڑے آرہی ہے یا تسلی نہیں ہے تو مجھ تک پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔ بعض لوگ مجھے شکایت کرتے ہیں لیکن ان شکایتوں سے صاف لگ رہا ہوتا ہے کہ اصلاح کی بجائے اپنے دل کا غبار نکال رہے ہیں اور پھر اکثر یہی ہوتا ہے کہ شکایت کرنے والے اپنا نام نہیں لکھتے صرف ایک احمدی یا ایک ہمدرد لکھ دیتے ہیں نیچے یا پھر ایسا نام اور پتہ لکھتے ہیں جس کا وجود ہی نہیں ہوتا جو بالکل غلط ہوتا ہے۔ ایسے لوگ سوائے میرے دل میں کسی کے خلاف کرہ پیدا کرنے کی کوشش کے اور کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔ اور اس میں بھی وہ کامیاب نہیں ہوتے۔ کیونکہ نام چھپانے سے ایک تو صاف پتہ چل رہا ہوتا ہے کہ کوئی ہمدرد نہیں ہے بلکہ صرف کسی دوسرے کو بدنام کرنا چاہتے ہیں۔ عموماً تو ایسے خطوں پر کوئی کارروائی بقیہ صفحہ 2 پر

اس شمارہ میں

- تعارف سورۃ یوسف و سورۃ رعد
- حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- قیادت تعلیم کے تحت تعلیمی امتحانات کی اہمیت
- اللہ تعالیٰ کی صفت رُقیب

فرمانِ رسول ﷺ

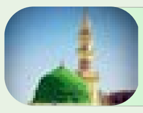

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج ہوا تو کشفاً میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اس سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا، جبرائیل یہ کون ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ لوگ، لوگوں کا گوشت نوچ نوچ کر کھایا کرتے تھے اور ان کی عزت و آبرو سے کھیلتے تھے یعنی غیبت کرتے تھے، الزام تراشیاں کرتے تھے، حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الغیبۃ)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

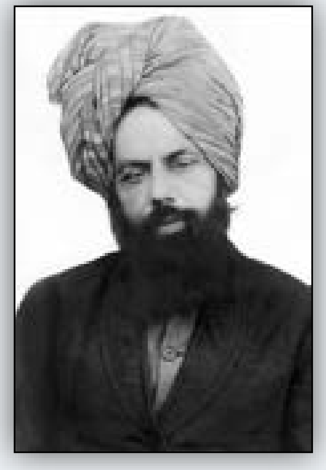

بدی پر غیر کی ہردم نظر ہے   مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

”ہماری جماعت کو چاہئے کہ کسی بھائی کا عیب دیکھ کر اس کے لئے دعا کریں۔ لیکن اگر وہ دعا نہیں کرتے اور اس کو بیان کر کے دُور سلسلہ چلاتے ہیں تو گناہ کرتے ہیں۔ کون سا ایسا عیب ہے جو کہ دُور نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ہمیشہ دعا کے ذریعے سے دوسرے بھائی کی مدد کرنی چاہئے۔

ایک صوفی کے دو مرید تھے۔ ایک نے شراب پی اور نالی میں بیہوش ہو کر گرا۔ دوسرے نے صوفی سے شکایت کی۔ اس نے کہا تُو بڑا بے ادب ہے کہ اس کی شکایت کرتا ہے اور جا کر اٹھا نہیں لاتا۔ وہ اُسی وقت گیا اور اسے اٹھا کر لے چلا۔ کہتے تھے کہ ایک نے تو بہت شراب پی لیکن دوسرے نے کم پی کہ اسے اٹھا کر لے جارہا ہے۔ صوفی کا یہ مطلب تھا کہ تُو نے اپنے بھائی کی غیبت کیوں کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیبت کا حال پوچھا تو فرمایا کہ کسی کی سچی بات کا اس کی عدم موجودگی میں اس طرح سے بیان کرنا کہ اگر وہ موجود ہو تو اسے برا لگے غیبت ہے۔ اور اگر وہ بات اس میں نہیں ہے اور تُو بیان کرتا ہے تو اس کا نام بہتان ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا۔ اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا (الحجرات:13) اس میں غیبت کرنے کو ایک بھائی کا گوشت کھانے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہے کہ جو آسمانی سلسلہ بنتا ہے ان میں غیبت کرنے والے بھی ضرور ہوتے ہیں۔ اور اگر یہ بات نہیں ہے تو یہ آیت بیکار جاتی ہے۔ اگر مومنوں کو ایسا ہی مطہّر ہونا تھا اور ان سے کوئی بدی سرزد نہ ہوتی تو پھر اس آیت کی کیا ضرورت تھی؟۔

بات یہ ہے کہ ابھی جماعت کی ابتدائی حالت ہے۔ بعض کمزور ہیں جیسے سخت بیماری سے کوئی اٹھتا ہے۔ بعض میں کچھ طاقت آگئی ہے۔ پس چاہئے کہ جسے کمزور پاوے اسے خفیہ نصیحت کرے۔ اگر نہ مانے تو اس کے لئے دعا کرے۔ اور اگر دونوں باتوں سے فائدہ نہ ہو تو قضاء و قدر کا معاملہ سمجھے۔ جب خدا تعالیٰ نے ان کو قبول کیا ہوا ہے تو تم کو چاہئے کہ کسی کا عیب دیکھ کر سر دست جوش نہ دکھلایا جاوے۔ ممکن ہے کہ وہ درست ہو جاوے۔ قطب اور ابدال سے بھی بعض وقت کوئی عیب سرزد ہو جاتا ہے۔ بلکہ لکھا ہے اَلۡقُطۡبُ قَدۡ یَزۡنِیۡ، قطب سے بھی زنا ہو جاتا ہے۔ بہت سے چور اور زانی آخر کار قطب اور ابدال بن گئے۔ جلدی اور عجلت سے کسی کو ترک کر دینا ہمارا طریق نہیں ہے۔ کسی کا بچہ خراب ہو تو اس کی اصلاح کے لئے وہ پوری کوشش کرتا ہے۔ ایسے ہی اپنے کسی بھائی کو ترک نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کی اصلاح کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ قرآن کریم کی یہ تعلیم ہرگز نہیں ہے کہ عیب دیکھ کر اسے پھیلاؤ اور دوسروں سے تذکرہ کرتے پھرو۔ بلکہ وہ فرماتا ہے تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡمَرۡحَمَۃِ (البلد:18) کہ وہ صبر اور رحم سے نصیحت کرتے ہیں۔ مَرۡحَمَۃ یہی ہے کہ دوسرے کے عیب دیکھ کر اسے نصیحت کی جاوے اور اس کے لئے دعا بھی کی جاوے۔ دعا میں بقیہ صفحہ 4 پر

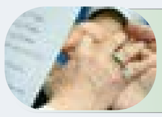

دربارِ خلافت

چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

جیسا کہ میں نے شروع میں کہا کہ چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کر دینا ہی بہتر ہوتا ہے تا کہ معاشرے میں صلح جوئی کی بنیاد پڑے، صلح کی فضا پیدا ہو۔عموماً جو عادی مجرم ہوتے ہیں وہ درگزر کے سلوک سے عام طور شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اپنی اصلاح بھی کرتے ہیں اور معافی بھی مانگ لیتے ہیں۔ اس ضمن میں حضرت مصلح موعودؓ نے بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔فرماتے ہیں کہ:-

’’مومنوں کو یہ عام ہدایت دی ہے کہ انہیں دوسروں کی خطاؤں کو معاف کرنا اور ان کے قصوروں سے درگزر کرنا چاہیے مگر معاف کرنے کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے۔بعض لوگ نادانی سے ایک طرف نکل گئے ہیں اور بعض لوگ دوسری طرف۔ وہ لوگ جن کا کوئی قصور کرتا ہے وہ کہتے ہیں کہ مجرم کو سزا دینی چاہیے تا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور جو قصور کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ معاف کرنا چاہیے خدا خود بھی بندے کو معاف کرتا ہے۔ تو جب خدا بندے کو معاف کرتا ہے تم بھی بندوں کے حقوق ادا کرو نا۔ وہی سلوک تمہارا بندوں کے ساتھ ہونا چاہیے۔ مگر یہ سب خود غرضی کے فتوے ہیں۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ خدا معاف کرتا ہے تو بندے کو بھی معاف کرنا چاہیے وہ اس قسم کی بات اسی وقت کہتا ہے جب وہ خود مجرم ہوتا ہے۔ اگر مجرم نہ ہوتا تو ہم اس کی بات مان لیتے لیکن جب اس کا کوئی قصور کرتا ہے تب وہ یہ بات نہیں کہتا۔ اسی طرح جو شخص اس بات پر زور دیتا ہے کہ معاف نہیں کرنا چاہیے بلکہ سزا دینی چاہیے وہ بھی اسی وقت یہ بات کہتا ہے جب کوئی دوسرا شخص اس کا قصور کرتا ہے لیکن جب وہ خود کسی کا قصور کرتا ہے تب یہ بات اس کے منہ سے نہیں نکلتی۔ اس وقت وہ یہی کہتا ہے کہ خدا جب معاف کرتا ہے تو بندہ کیوں معاف نہ کرے۔ پس یہ دونوں فتوے خود غرضی پر مشتمل ہیں۔

اصل فتویٰ وہی ہوسکتا ہے جس میں کوئی اپنی غرض شامل نہ ہو اور وہ وہی ہے جو قرآن کریم نے دیا ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی جرم سرزد ہو تو تم یہ دیکھو کہ سزا دینے میں اس کی اصلاح ہوسکتی ہے یا معاف کرنے میں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 285)

(الفضل انٹرنیشنل لندن 5 تا 11 مارچ 2004ء ص 3-4)

بقیہ: فرمان خلیفۂ وقت...... از صفحہ 1

نہیں ہوتی اور میرا کام تو ویسے بھی یہ ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے پہلے تحقیق کرواؤں، پتہ کروں اور جس کا نام پتہ ہی نہیں اس کی تحقیق بھی نہیں ہوسکتی۔لیکن اگر کسی کو سزا ہو بھی تو میرے دل میں اس کے خلاف نفرت کبھی نہیں پیدا ہوئی، نہ کوئی گرہ پیدا ہوتی ہے بلکہ دکھ ہوتا ہے کہ ایک احمدی کو کسی بھی وجہ سے سزا ہوئی ہے۔ بہرحال ایک احمدی کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاتَّقُوا اللّٰہَ کہ تقویٰ اختیار کرو۔ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔جن کو اس قسم کی بدظنیوں کی یا تجسس کی یا غیبت کی عادت ہے اپنے دلوں کو ٹٹولیں اور اللہ تعالیٰ کا خوف کریں۔ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی چاہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ احساس ندامت لے کر میرے پاس آؤ گے تو میں تمہاری توبہ قبول کروں گا اور تمہارے ساتھ رحم کا سلوک کروں گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ’’فساد اس سے شروع ہوتا ہے کہ انسان ظنونِ فاسدہ اور شکوک سے کام لینا شروع کرے۔ اگر نیک ظنّ کرے تو پھر کچھ دینے کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ جب پہلی ہی منزل پر خطا کی تو پھر منزلِ مقصود پر پہنچنا مشکل ہے۔ بدظنی بہت بُری چیز ہے۔ انسان کو بہت سی نیکیوں سے محروم کر دیتی ہے اور پھر بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ انسان خدا پر بدظنّی شروع کر دیتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد اول صفحہ 375 جدید ایڈیشن)

(خطبہ جمعہ 5 فروری 2010)

اے پناہ و مامَن و ملجائے مَن

اے کہ تُو ہے مُنعِم آلائے من
مَیں ترا بندہ ہوں اے آقائے مَن
لُطف کُن بر من طُفیلِ آنکہ بُود
سیّدِ مَن، شیخ مَن، مرزائے مَن
ہوں سَقیمُ الحال اور مَعذُور، گو
اے طبیبِ جُملہ عِلّتہائے مَن
عَرض سُن لے مہربانی سے مری
اے سَمیعِ نالۂ شبہائے مَن
شِعرخوش کرنے کو کہتا ہوں ترے
مہرباں ہو، تا، کرم فرمائے مَن
فائدہ بندوں کو بھی پہنچے ضرور
ہے مِرے مدِّنظر مولائے مَن
ہوں یہ میرے باقیاتُ الصّالحات
اے پناہ و مامَن و ملجائے مَن
لوگ کرتے ہیں عبادت رات دن
میری یہ خدمت ہے اے ماوائے مَن
نَذر ہیں کچھ قطرہ ہائے خونِ دِل
اے بیادت ہی ہی و ہی ہائے مَن

(حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ)

آج کی دعا

16؍مئی 1902 کو بمقام گورداسپور مولوی نظیر حسین صاحب سخا دہلوی نے بذریعہ عریضہ حضرت مسیح موعودؑ سے نماز میں حصولِ حضور کا طریق دریافت فرمایا۔ آپ نے اسکا طریق یہ بیان فرمایا کہ ’’نماز میں اپنے لئے دعا کرتے رہیں۔ اور سرسری اور بے خیال نماز سے خوش نہ ہوں جہاں تک ممکن ہو توجّہ سے نماز ادا کریں۔ توجّہ پیدا نہ ہو تو پنج وقت ہر ایک نماز میں خدا تعالیٰ کے حضور میں بعد ہر رکعت کے کھڑے ہوکر یہ دعا کریں‘‘۔

اے خدا تعالیٰ قادر و ذوالجلال! میں گناہ گار ہوں اور اس قدر گناہ کے زہر نے میرے دل اور رگ و ریشہ میں اثر کیا ہے کہ مجھے رقّت اور حضورِ نماز حاصل نہیں ہوسکتا۔ تو اپنے فضل و کرم سے میرے گناہ بخش اور میری تقصیرات معاف کر اور میرے دل کو نرم کر دے اور میرے دل میں اپنی عظمت اور اپنا خوف اور اپنی محبت بٹھا دے تا کہ اس کے ذریعہ سے میری سخت دلی دور ہو کر حضورِ نماز میں میسر آوے‘‘۔

(فتاویٰ حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 41)

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

تعارف سورۂ یوسف (بارہویں سورہ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 112 آیات ہیں)

اردو ترجمہ از ترجمہ قرآن انگریزی (حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ) ایڈیشن 2003ء

مترجم: وقار احمد بھٹی

وقتِ نزول اور مضامین کا خلاصہ

آنحضرت ﷺ کے متعدد صحابہ سے مروی ہے کہ یہ مکمل سورۃ مکہ میں نازل ہوئی لیکن ابنِ عباس اور قتادۃ کے نزدیک اس کی آیات 2 اور 4 مدینہ میں نازل ہوئیں۔ جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ دسویں سورۃ (یونس) میں خدا کے انسان سے برتاؤ کے دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے یعنی عذاب اور رحم۔ جبکہ گیارہویں سورۃ (ھود) میں خدا تعالیٰ کے عذاب کا ذکر ہے۔ اس سورۃ (یوسف) میں خدا کے رحم کا ذکر ہے۔سورۃ ھود جس میں خدا کے عذاب کا ذکر ہے کو اس سورۃ سے پہلے رکھنے میں حکمت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دشمنوں پر بھی خدا کا رحم ان کی بدکاریوں کی سزا کے بعد ہی ہونا تھا۔ تاہم اس سورۃ میں ایک منفرد خاصیت یہ ہے کہ یہ مکمل سورۃ ایک نبی (حضرت یوسف علیہ السلام) کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالتی ہے۔اس حوالہ سے یہ سورۃ دیگر سورتوں سے منفرد ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی، آنحضرت ﷺ کی زندگی سے کئی رنگ میں مطابقت رکھتی ہے، یہاں تک کہ معمولی پہلوؤں میں بھی یہ یگانگت نمایاں ہے۔ اس سورۃ میں ایک نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے حالاتِ زندگی بیان کئے گئے ہیں تا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں پیش آنے والے واقعات کی پیشگی اطلاع دے۔ دسویں سورۃ میں حضرت یونس علیہ السلام کے واقعات کو خدا کے رحم کے تناظر میں پیش کیا گیا تھا اور اس سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال کی روشنی میں خدا کے رحم کو مزید اجاگر کیا گیا ہے۔

اس کی دو دلیلیں دی جاسکتی ہیں۔ اول یہ کہ حضرت یونس علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی محض اختتام کے قریب ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی ہر طرح سے باہم مشابہ ہیں۔ دوم یہ کہ اگرچہ حضرت یونس علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی قوموں کے حالات اس لحاظ سے باہم مشابہ ہیں کہ دونوں کی قوموں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سبب معاف فرما دیا یوں یہ جزوی مشابہت ہے جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی مشابہت بہت زیادہ اور کلی طور پر ہے۔حضرت یونس علیہ السلام کی قوم پر رحم محض خدا کی رحمانیت کے نتیجہ میں تھا جس میں حضرت یونس علیہ السلام کا کوئی عمل دخل نہ تھا جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو معاف کرنا خود انکے اپنے اختیار سے تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے قریش مکہ کی معافی کا اعلان مکمل طور پر آنحضرت ﷺ کی طرف سے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے تھا۔ (اصل متن کا ترجمہ مکمل ہوا)۔

خاکسار کی رائے میں یہ مضمون تشنہ رہے گا اگر آنحضرت ﷺ اور حضرت یوسف علیہ السلام کی اٹھارہ مشابہتیں جو تفسیر کبیر میں حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہیں ان کا تذکرہ نہ کیا جائے۔ ان مشابہتوں کا خلاصہ ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔

پہلی مشابہت یہ ہے کہ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں یہ وحی ہوئی کہ ایک دن ان کے بھائی اور ماں باپ ان کی اطاعت میں آجائیں گے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو غار حرا میں جو پہلی وحی ہوئی اس میں سب قوم پر فضیلت پا جانے کی خبر تھی۔

دوسری مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی رؤیا اپنے باپ کو سنائی تھی اسی طرح حضرت رسول کریم ﷺ نے اپنی پہلی وحی ورقہ بن نوفل کو سنائی۔

تیسری مشابہت یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کے خواب سنانے پر حضرت یعقوبؑ نے بتایا کہ تیرے بھائی سنیں گے تو مخالفت کریں گے اسی طرح ورقہ بن نوفل نے کہا کہ اے کاش میں اس وقت مضبوط جوان ہوتا جب تیری قوم تجھے مکہؔ سے نکالے گی۔

چوتھی مشابہت یہ ہے کہ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی خواب کو آسمانی قرار دیا اور اس پر ایمان لائے، اسی طرح ورقہ بن نوفل نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور آپؐ پر ایمان لائے اور اسے موسیٰؑ کے الہام کی مانند قرار دیا۔

پانچویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے حسد کیا اسی طرح یہود و نصاریٰ اور کفار مکہ نے بھی آپ ﷺ سے حسد کیا کہ کیوں نہ یہ قرآن مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل ہوا۔

چھٹی مشابہت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ دونوں کے قتل کا یا کسی دوسرے علاقہ میں پھینک دینے کا منصوبہ بنایا گیا۔

ساتویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے قتل کے بارہ میں بعض لوگوں نے مخالفت کی تھی اسی طرح آنحضرت ﷺ کے قتل میں بھی بعض نے مخالفت کی اور خود اس معاہدہ کو توڑا جو آپ ﷺ اور آپ کے اتباع کو فاقے مارنے کے متعلق (یعنی مقاطعہ کی صورت میں) کیا گیا تھا۔

آٹھویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا اسی طرح آپ ﷺ کو مکہ والوں سے بچنے کے لئے غار ثور میں چھپنا پڑا۔ کنویں کی مماثلت شعب ابی طالب میں محصوری کے ایام سے بھی ہے۔

نویں مشابہت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قبل از وقت بتا دیا گیا تھا کہ آپ کے سامنے آپ کے بھائی (یعنی قوم) مجرم بن کر پیش ہوں گے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے بارے میں بتا دیا گیا تھا کہ تو انہیں ان کے اس کام (یعنی کنویں میں پھینکنے) سے آگاہ کرے گا۔

دسویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جھوٹے طور پر کہہ دیا کہ یوسف مارا گیا (بھیڑیے نے کھا لیا) اسی طرح جنگ احد کے موقع پر کفار نے اعلان کر دیا کہ ہم نے محمد (ﷺ) کو مار دیا ہے۔

گیارہویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح عزیز کی بیوی نے حضرت یوسفؑ کو پھسلایا اسی طرح آپ ﷺ کے پاس کفار کا ایک وفد آیا اور آپؐ کو مال دینے، پسند کی عورت سے شادی کرنے اور سردار بنانے کا لالچ دیا جس کو آپ ﷺ نے ماننے سے انکار کر دیا۔

بارہویں مشابہت یہ ہے کہ قید میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو (معمول کا کھانا پیش ہونے سے قبل) تبلیغ کی ایسا ہی آپ ﷺ نے اہلِ مکہ کو تبلیغ کے لئے دعوت کا انتظام کیا مگر وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اس پر آپ ﷺ نے یہ تدبیر کی کہ پھر دعوت کی اور کھانا آنے سے پہلے اپنے دعویٰ سے آگاہ کر دیا اسطرح وہ لوگ کھانے کے انتظار میں بیٹھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔

تیرھویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں سات سال کے قحط کی خبر دی گئی تھی اسی طرح آپ ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے سات سال کے قحط کی خبر دی۔

چودھویں مشابہت یہ ہے کہ دونوں کو حسد کی وجہ سے گھر سے نکالا گیا مگر خدا نے دونوں کو خاص عزت دی۔ فرق صرف یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عزت نیابتی تھی اور بادشاہ کی طرف سے تھی جبکہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آزاد حکومت عطا فرمائی۔ یہی فرق دونوں وجودوں میں روحانیت کے لحاظ سے بھی ہے۔

پندرھویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی آپؑ کی ترقی دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے تھے اسی طرح آپ ﷺ نے بادشاہوں کو خطوط لکھے اور ہرقل (بادشاہِ روم) کو بھی خط لکھا۔ جب ابوسفیان جو ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ ملک شام گیا ہوا تھا تو ہرقل نے ابوسفیان سے کچھ سوال پوچھے اور آخر پر کہا کہ اگر یہ باتیں صحیح ہیں تو وہ (ﷺ) ضرور اس علاقہ کا حاکم ہو جائے گا۔ ابوسفیان گھبرا کر باہر نکلا اور بے ساختہ یہ فقرہ بولا کہ محمد ﷺ کی عزت تو بہت بڑھ گئی ہے۔

سولھویں مشابہت یہ ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے جذبہ محبت کا ذکر کیا گیا ہے کہ باوجود بھائیوں کی مخالفت کے وہ اپنے بھائیوں کی ملاقات کے لئے بے قرار تھے۔ یہی حال آنحضرت ﷺ کا بھی تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یوں فرمایا ہے کہ کیا تو اس غم میں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا۔

سترھویں مشابہت یہ ہے کہ جس طرح حضرت یوسفؑ نے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھایا اور اپنے بھائیوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ لا تثریب علیکم الیوم یعنی آج کے دن تمہیں قطعاً کوئی ملامت نہ ہو گی اسی طرح آپ ﷺ نے فتح مکہ کے وقت اہلِ مکہ کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ لا تثریب علیکم الیوم یعنی آج کے دن تم سے کوئی باز پُرس نہ ہو گی۔

اٹھارویں مشابہت یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تو ایک بادشاہ کے تحت اپنے بھائیوں کو عزت بخشی مگر رسول کریم ﷺ نے اپنے بھائیوں کو آزاد حکومتوں کا مالک بنا دیا۔ خاص طور پر آپ ﷺ کے دو خسر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک ہوئے۔

☆...☆...☆

تعارف سورۂ رعد (تیرہویں سورہ)

(مکی سورۃ، تسمیہ سمیت اس سورۃ کی 44 آیات ہیں)

اردو ترجمہ از ترجمہ قرآن انگریزی (حضرت ملک غلام فرید صاحبؓ) ایڈیشن 2003ء

مترجم: وقار احمد بھٹی

وقتِ نزول اور سیاق و سباق

جمہور علماء کی رائے اس بات کے حق میں ہے کہ یہ سورۃ مکہ میں نازل ہوئی۔ اس سورۃ کا مضمون بھی اس (رائے) کی تائید کرتا ہے۔ اگرچہ چند آیات مدینہ میں نازل ہوئیں جن میں آیت نمبر 44 (عطاء کے مطابق)، آیت نمبر 32 (قتادۃ کے مطابق) اور آیت نمبر 13 تا 15 (دیگر مفسرین کے مطابق) شامل ہیں۔ دسویں سورۃ (یونس) میں یہ بتایا گیا تھا کہ جب بھی دنیا میں کوئی نبی مبعوث ہوتا ہے تو لوگوں کے لئے اس نبی پر ایمان لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا خواہ وہ الٰہی سزا کی وجہ سے ہو یا بسا اوقات خدا کے رحم کے نتیجہ میں اگر وہ رحم کے لائق ہوں۔ پھر گیارہویں سورۃ (ھود) میں الٰہی سزا کا ذکر ہے اور مثالوں سے وضاحت کی گئی ہے اور بارہویں سورۃ (یوسف) میں خدا کے رحم کا بیان ہوا ہے۔ اس سورۃ میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ کس طرح آنحضرت ﷺ کی فتح و کامرانی کی پیشگوئیاں اور وعدے جو گذشتہ سورتوں میں کئے جا چکے ہیں وہ پورے ہوں گے اور کس طرح اسلام دیگر مذاہب پر غالب آ جائے گا۔

مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کی ابتداء اس خیال سے کی گئی ہے کہ خدائی کام نہایت غیر معمولی طریق پر ہوتے ہیں۔ ایسے ذرائع جن سے خدا کے رسول اور نبی غالب آتے ہیں وہ نتائج واضح ہونے تک عوام الناس کی آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں اور حتمی نتائج ظاہر ہونے تک (یہ ذرائع) بھی واضح ہو جاتے ہیں۔ یہ سورۃ آگے چل کر قانون فطرت پر روشنی ڈالتی ہے کہ کس طرح مختلف قسم کے پھل اور سبزیاں جن کو بروقت پانی میسر آ جاتا ہے، زمین سے اگتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ جو مکہ کے بدوؤں میں پیدا ہوئے اور اسی ماحول میں بڑے ہو کر وقت کی ضرورت کے عین مطابق اللہ کے عظیم نبی کے طور پر مبعوث ہوئے۔ کفار کو مزید یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو انکی موجودہ کمزوری کی حالت اور ذرائع کی قلت پر نہیں پرکھنا چاہیے نہ ہی انہیں آپ ﷺ سے کئے گئے حتمی کامیابی کے وعدوں پر تعجب کرنا چاہیے۔

آپ ﷺ کی موعودہ کامیابی پر ہرگز تعجب نہیں کرنا چاہیے بلکہ اگر آپ ﷺ شدید تشنگی کے وقت نہ آتے تو یہ باعث تعجب ہوتا۔ آپ ﷺ کا کامیاب ہونا لازم ہے اور آپؐ کے دشمنوں کے مقدر میں ناکامی ہے۔ اسلام کا مقصد ضرور کامیاب ہوگا اور کفار کے سرغنوں کے بچے بھی اس میں شامل ہو جائیں گے۔ خدا کفار سے اپنی مدد دور کر دے گا اور انکی طاقت اور حشمت جاتی رہے گی۔ قدرت کے جملہ قوانین اور اجزاء یقیناً قادر خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ آنحضرت ﷺ کے مقصد کی بالادستی کے لئے ان سب کو آپ کا مطیع کر دے گا۔ مشرکوں کے معبودانِ باطلہ اس نئے عقیدہ (دین اسلام) کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے کی ہرگز طاقت نہ رکھیں گے۔ اس سورۃ میں مزید یہ مضمون بڑی شد و مد کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی قوتِ قدسی ایسی ہے کہ آپؐ تن تنہا اپنے دشمنوں پر غالب آ سکتے ہیں جیسا کہ ایک بینا آدمی کئی اندھوں کے مقابلہ میں غالب آ سکتا ہے۔

شرک، توحید کے عقیدہ کے سامنے شرک نہیں ٹھہر سکتا اور نہ ہی معبودانِ باطلہ کا پرستار سچے خدا کے مخلص لوگوں کے سامنے ٹھہر سکتا ہے۔ حق کے دشمن پانی کے اوپر سے جھاگ کی مانند بیٹھ جائیں گے۔ کم عقل لوگ صرف جھاگ دیکھتے ہیں اور اس کے نیچے صاف پانی تک ان کی نظریں نہیں پہنچتیں۔ یہ جھاگ تو بیٹھ جاتی ہے مگر صاف پانی اور سونا باقی رہ جاتا ہے۔ اسی طرح مشرک لوگوں کے سطحی اور بودے عقائد کا تباہ ہونا مقدر ہے جبکہ اعلیٰ قرآنی تعلیمات ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں کیونکہ یہ انسانی فطرت سے گہری مطابقت رکھتی ہیں۔ لہٰذا یہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیں گی اور وہ آہستہ آہستہ اس بات کو تسلیم کر لیں گے کہ سچائی کس فریق کے ساتھ ہے خاص طور پر جب وہ مومنوں کے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا کفار کے ساتھ موازنہ کریں گے۔

بڑے بڑے نشانات دکھائے جائیں گے اور عظیم معجزے قرآن اور لوگوں کے دلوں کے ذریعہ عیاں ہوں گے اور روئے زمین پر موجود مضبوط ترین قلعے منہدم کر دئے جائیں گے۔ ان نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کی قوم آپؐ کو مکہ سے نکال دے گی اور آپؐ کے خلاف تلوار اٹھائی جائے گی۔ مگر اسلام، فتح مکہ کی صورت میں فاتحانہ شان اختیار کرے گا اور یوں کفار کا مرکز آپ ﷺ کے فاتحانہ بازوؤں میں آ گرے گا۔ عرب سے ہمیشہ کے لئے بت پرستی کا خاتمہ ہو جائے گا اور اسلام یہاں پوری طرح سے نافذ ہو جائے گا۔ دنیا یہ سب نشان دیکھے گی جس میں کسی انسانی کاوش کا عمل دخل نہ ہوگا بلکہ یہ سب قادر خدا کے ہاتھوں سے ہی رونما ہوگا۔ اس سورۃ میں کئی پیشگوئیاں کفار کے سرغنوں کی شکست اور ہلاکت کے بارہ میں کی گئی ہیں اور اسلام کے روشن مستقبل کی خوشخبری دی گئی ہے۔

سورۃ کا عنوان

متذکرہ بالا سطور میں اس سورۃ کا مضمون بیان کیا گیا ہے اور یہ اسی مضمون کی مطابقت ہے کہ اس سورۃ کا نام الرعد یعنی کڑک رکھا گیا ہے۔ بارش اپنے ساتھ بجلی اور کڑک لاتی ہے اور آسمانی بارش (قرآنی وحی) کے لئے بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کڑک اور چمک سے خالی نہ ہو۔ اسلام بھی اپنے ساتھ گرج چمک لایا ہے۔ وہ لوگ جو اسلام کے خلاف تلوار لے کر نکلیں گے انہیں تلوار سے ہی ہلاک کیا جائے گا اور جو اس کے مطیع اور فرمانبردار بنیں گے وہ طاقت اور عظمت کے تخت پر بیٹھیں گے۔

بقیہ: حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم از صفحہ 1

بڑی تاثیر ہے۔ اور وہ شخص بہت ہی قابل افسوس ہے کہ ایک کے عیب کو بیان تو سو مرتبہ کرتا ہے لیکن دعا ایک مرتبہ بھی نہیں کرتا۔ عیب کسی کا اس وقت بیان کرنا چاہیے جب پہلے کم از کم چالیس دن اس کے لئے رو رو کر دعا کی ہو۔۔۔ خدا تعالیٰ کا نام ستّار ہے۔ تمہیں چاہیے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ بنو۔ ہمارا یہ مطلب نہیں ہے کہ عیب کے حامی بنو بلکہ یہ کہ اشاعت اور غیبت نہ کرو کیونکہ کتاب اللہ میں جیسا آ گیا ہے تو یہ گناہ ہے کہ اس کی اشاعت اور غیبت کی جاوے۔ شیخ سعدیؒ کے دو شاگرد تھے۔ ایک ان میں سے حقائق و معارف بیان کیا کرتا تھا۔ دوسرا جلا بھنا کرتا تھا۔ آخر پہلے نے سعدی سے بیان کیا کہ جب مَیں کچھ بیان کرتا ہوں تو دوسرا جلتا ہے اور حسد کرتا ہے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ایک نے راہ دوزخ کی اختیار کی کہ حسد کیا اور تُو نے غیبت کی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ چل نہیں سکتا جب تک رحم، دعا، ستّاری اور مَرْحَمَۃ آپس میں نہ ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 61-60 جدید ایڈیشن۔ البدر صفحہ 4 مورخہ 8 جولائی 1904ء)

☆...☆...☆

بقیہ: قیادت تعلیم کے تحت تعلیمی امتحانات کی اہمیت از صفحہ 7

مطالعہ کتب اور امتحانات کے بارے میں قیادت تعلیم کو ہدایات

مورخہ 5 جولائی 2005ء بروز منگل حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اراکین نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ کینیڈا کے ساتھ میٹنگ کے دوران قائد تعلیم کو ہدایت فرمائی کہ ’’مطالعہ کتب میں اور امتحانات میں مجلس عاملہ کو بھی شامل کریں اور ان سے رپورٹ لیتے رہا کریں کہ کتنے صفحات کا مطالعہ کیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے خزانے میں سے حصہ لیتے رہیں‘‘۔

(بحوالہ سبیل الرشاد حصہ چہارم۔ الفضل انٹرنیشنل 19 اگست 2005ء صفحہ 93)

3 ستمبر 2005ء کو اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ جرمنی کی میٹنگ کے دوران قائد تعلیم کو ہدایت دیتے ہوئے حضور انور نے فرمایا کہ ’’عاملہ ممبران کا بھی جائزہ لیں کہ کتنوں نے یہ کتاب پڑھی ہے۔ مرکزی طور پر سارے ملک کے انصار سے امتحان لیں۔ فرمایا: کسی کتاب کے چند صفحے دے دیں۔ بے شک کتاب دیکھ کر حل کر دیں۔ یہ کام کر لیں بہت بڑا کام ہے‘‘۔

(بحوالہ سبیل الرشاد حصہ چہارم صفحہ 98)

حرفِ آخر

مذکورہ بالا ارشادات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شعبہ تعلیم مجلس انصار اللہ کے تحت تعلیمی امتحانات کا اجراء حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی ہدایت کی تعمیل میں کیا گیا ہے۔ اس لئے انصار بھائیوں سے عاجزانہ درخواست ہے کہ ان امتحانات کی طرف اس نیت کے ساتھ سنجیدگی سے لوٹیں کہ یہ ہماری طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء کی خواہش کو پورا کرنے کی ایک حقیر سی کوشش ہے۔ اگر اراکین مجلس کے دینی علم میں اضافہ ہوگا تو ہم اپنی اولاد کی بھی بہتر رنگ میں امور دینیہ میں رہنمائی اور تربیت کر سکتے ہیں جو ہماری ذمہ داریوں کا ایک اہم حصہ ہے۔

حضرت چودھری فتح محمد صاحب سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ندیم احمد بٹ۔ مربی سلسلہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد سید نا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انگلستان میں باقاعدہ مشن کا آغاز حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کے ذریعہ ہوا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نگاہ جوہر شناس نے جن لوگوں کو کندن بنایا ان میں سے چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ آسمان احمدیت کے وہ درخشندہ ستارے تھے جن کی چکاچوند نے برصغیر پاک و ہند کے علاوہ انگلستان کو ایک طویل عرصہ تک جگمگائے رکھا۔آپ کے نام کی طرح ہر معرکے میں فتح وظفر نے آپ کے قدم چومے۔اخلاص و فا کے جن پیمانوں کو آپ نے متعارف کرایا وہ تاریخ احمدیت میں تاابد حصول منزل کے لئے ''راہنما'' کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت الحاج مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاولؓ نے جب ولایت میں احمدیہ مشن کا آغاز فرمانے کی خواہش کا اظہار فرمایا تو اس بات کی تحریک فرمائی کہ کوئی نوجوان اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے وقف کرے۔اس وقت ایک نوجوان نے اپنے آپ کو اس خدمت کے لئے پیش کیا۔خلیفہ وقت نے اس قربانی کو قبول فرمایا اور لندن روانگی کا ارشاد ہوا۔وہ نوجوان ہمارے ایک پیارے بزرگ حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ صحابی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام تھے ۔

حضرت فتح محمد سیالؓ صاحب کی پیدائش جوڑا کلاں تحصیل قصور میں 1887ء کو ہوئی۔1897ء میں جب آپ کے والد محترم حضرت نظام الدین صاحبؓ قادیان تشریف لائے تو حضرت فتح محمد سیالؓ صاحب بھی ساتھ تھے اور اسی وقت مسیح پاکؑ کی بیعت حاصل کی ۔

(کتاب حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب صفحہ4)

آپ کا بیان ہے ''والد صاحب کی بیعت کے بعد علاقہ اور گاؤں میں بہت شور اٹھا۔اس گاؤں میں میرا ایک کلاس فیلو بھی تھا ہم دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ جو حق ہے وہ ہم پر واضح کر دے۔چنانچہ ہم دعا کرتے رہے میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان پہاڑ ہے جیسا کہ ہمالیہ کے پہاڑ ہیں اس میں سے کھود کر ایک تخت بنایا گیا ہے اور اس کے سامنے ایک بڑا چشمہ نہایت ہی شفاف پانی کا بہہ رہا ہے جو اتنی تیزی سے بہہ رہا ہے کہ تیزی کی وجہ سے اس میں لہراور تموج پیدا کرتا ہے اور حضورؑ اس تخت پر چوکڑی مار کر بیٹھے ہیں۔۔۔ حضور نہایت ہی رقت سے اور وجد کی حالت میں فارسی کے کچھ اشعار پڑھ رہے ہیں جن میں یہ شعر بھی ہے

ایں چشمہ رواں کہ بخلق خدا دہم

یک قطرہ زبحر کمال محمد است

۔۔۔اس وقت میرے دل میں گویا یہ احساس ہے کہ حضورؑ اللہ تعالیٰ اور رسول کریم کے عشق میں یہ شعر پڑھ رہے ہیں اور آپ سچے ہیں ۔ چہرہ نہایت نورانی ہے پھر ایسا ہوا کہ میں نے جون 1899ء میں قادیان جا کر بیعت کی۔میرے والد صاحب نے مجھے بھیجا تھا اس موقعہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ کا عقیقہ بھی تھا۔ قادیان میں مَیں کئی دن رہا اور حضورؑ کے ساتھ کھانا کھایا اور مجھے ایسا موقعہ مل گیا کہ گول کمرہ میں حضور مہمانوں کے ساتھ کھانا کھایا کرتے تھے ۔ ایک دن میں ایسی جگہ بیٹھا کہ میرے اور حضور کے درمیان کوئی اور شخص نہیں تھا مستقل طور پر میں 1900ء کے دسمبر میں قادیان چلا گیا تھا اور وہاں سکول میں داخل ہوگیا تھا۔''

(تاریخ احمدیت جلد20ص770)

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں جوڑا میں حاصل کی اور پھر 1900ء میں قادیان آگئے اور دسویں جماعت تک یہیں تعلیم حاصل کی۔ 1910ء میں آپ نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی ۔اے کیا اور 1912ء میں علی گڑھ یونیورسٹی سے ایم ۔اے عربی کی ڈگری حاصل کی ۔

(کتاب حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب صفحہ 4)

اہلیہ و اولاد

حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب نے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف اوقات میں کل سات شادیاں کیں جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

1) مکرمہ رانو بیگم صاحبہ

2) مکرمہ ہاجرہ بیگم صاحبہ (وفات 1927ء) صاحبزادی مکرم حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحب

3) لندن میں ایک انگریز احمدی خاتون سے شادی کی لیکن جب آپ واپس تشریف لائے تو وہ ساتھ نہ آئیں کہ میں انڈیا نہیں رہ سکوں گی۔

4) مکرمہ صادقہ بیگم صاحبہ (وفات 1934ء صاحبزادی مرزا محمود بیگ صاحب آف پٹی

5) مکرمہ آپا رقیہ بیگم صاحبہ (وفات 1942ء بنت حضرت سید محمود اللہ شاہ صاحب پرنسپل تعلیم السلام سکول

6) مکرمہ صفیہ بیگم صاحبہ چھوٹی صاحبزادی مکرم مسیح الدین خان صاحب

7) مکرمہ آپا کلثوم بیگم صاحبہ بنت ماسٹر قادر بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے شادی کی آپ حضرت عبد الرحیم صاحب درد کی ہمشیرہ بھی تھیں۔(شادی:1952ء کوئی اولاد نہیں)

(سیرت حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ مصنفہ مکرمہ امتہ الشافی سیال صاحبہ صفحہ 55،56 کی کتاب میں حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کی تیسری اہلیہ کے نام ذکر نہیں ملتا)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے بھی عطا فرمائے اور بیٹیاں بھی ۔

انگلستان کے لئے روانگی

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دور خلافت میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے ووکنگ میں کام شروع کر دیا۔ یہ مسجد 1895ء میں ڈاکٹر لائیٹز نے بنائی تھی اور ان کی وفات کے بعد ویران پڑی تھی۔مکرم خواجہ صاحب نے بڑی تگ و دو کے بعد اسے واگزار کیا اور اس کے پہلے امام مقرر ہوئے ۔جناب خواجہ صاحب نے کچھ عرصہ بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ تبلیغ کے کاموں میں ان کی معاونت کے لئے کسی کو بھجوادیا جائے تو حضرت چوہدری صاحب بیرون ملک جانے والے پہلے مربی سلسلہ تھے ۔ آپ 22 جون 1913ء کو انگلستان کے لئے روانہ ہوئے ۔آپ نے تقریباً ایک سال جناب خواجہ صاحب کے ساتھ مل کر کام کیا ۔ چونکہ خواجہ صاحب تبلیغ کے کاموں میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کو استعمال نہیں کرتے تھے اور حضرت چوہدری صاحب پر زور دیتے تھے کہ وہ تبلیغ کریں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نہ لیں ۔ یہ بات حضرت چوہدری صاحب کو گوارا نہ تھی ۔ اس لئے حضرت چوہدری صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کی زیر ہدایت ان سے علیحدگی اختیار کرلی اور لندن منتقل ہوگئے جہاں انہوں نے جماعت کے نئے مشن کا قیام فرمایا۔خلافت ثانیہ کے قیام کے ساتھ آپ نے احمدیہ مشن لندن کا قیام کیا۔ اپریل 1914ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے حکم کے تحت آپ کے ذریعہ لندن میں پہلا احمدیہ مرکز تبلیغ بھی قائم ہوا۔ اس دوران تقریباً دو سال کے عرصہ میں اسلام کا پیغام پہنچانے کے لئے آپ نے مختلف سوسائیٹوں ، کلبوں اور لائبریریوں میں ایک سو پچاس کے قریب لیکچر دیئے ۔ کئی پمفلٹ شائع کئے ۔ یہ مئی 1914ء کا واقعہ ہے کہ آپ نے لندن میں ایک مکان کرایہ پر حاصل کیا اور وہاں سے دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا ۔ آپ کے ذریعہ سب سے پہلے احمدی مسٹر کوریو نامی ایک جرنلسٹ تھے جن کا اسلامی نام بشیر کوریو رکھا گیا ۔ آپ کی واپسی تک یعنی مارچ 1916ء تک ایک درجن سے زائد انگریز آپ کے ذریعہ احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں داخل ہو چکے تھے ۔ اگست 1919ء میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کو دوبارہ انگلستان بھجوادیا گیا۔لندن میں مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں تحریک کا آغاز ہوا۔حضرت چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ارشاد فرمایا کہ مسجد کی تعمیر کے لئے لندن میں مناسب قطعہ زمین حاصل کریں۔حضرت چوہدری صاحب نے بڑی محنت اور تگ ودو کے بعد پٹنی ساؤتھ فیلڈز کے علاقہ میں ایک قطعہ زمین مع مکان کے 2223 پاؤنڈز (اس وقت کے لحاظ سے قریباً تین ہزار روپیہ) اگست 1920ء میں خرید لیا۔ یہ قطعہ زمین دو مکانات اور ایک ایکڑ کے قریب باغ پر مشتمل تھا ۔ اگست 1919ء سے فروری 1921ء تک حضرت مولوی عبد الرحیم نیر صاحبؓ حضرت چوہدری صاحبؓ کے معاون کے طور پر کام کرتے رہے اور پھر مغربی افریقہ تشریف لے گئے۔

(الفضل 23 ستمبر 2013ء صفحہ 3)

واقعہ

مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب سابق امیر ضلع لاہور نے بتایا کہ

حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا کہ جب چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ لندن تشریف لے کر گئے تو آپ نے ایک پمفلٹ بعنوان ’’وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام ‘‘چھپوایا اور اس کو تقسیم کر دیا۔ جب جناب خواجہ کمال الدین صاحب کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے چوہدری صاحب سے کہا کہ تم نے یہ پمفلٹ کیوں شائع کیا ؟یہ تو تم نے غضب کر دیا ہے۔ عیسائیوں کے ملک میں آ کر جہاں پر ان کی حکومت بھی ہے وہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا کس قدر فتنہ کا باعث ہوگا۔ کیونکہ عیسائیت کی بنیاد ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر چلے جانے پر ہے۔ یہ تو گویا تم نے عیسائیت کی جڑ پر ہی تبر رکھ دیا ہے جو کہ بہت برے اور سنگین نتائج کی حامل بات ہوسکتی ہے۔ ان کی تمام گفتگو سننے کے بعد چوہدری صاحب نے ان کو جواب دیا کہ اگر میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو ہی ثابت نہیں کرنا۔ تو پھر میرا لندن آنے کا مطلب ہی کیا ہے؟‘‘

مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب نے ایک اور واقعہ بھی بیان فرمایا وہ بھی بڑا دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس واقعہ کا میں خود راوی ہوں۔ حضرت اباجان نے خود مجھ سے بیان فرمایا تھا کہ میں ہائیڈپارک لندن میں جاکر روزانہ تبلیغ کرتا تھا۔ ہائیڈپارک لندن کا طریق کار یہ ہے کہ وہاں پر جو شخص بھی چاہے اپنی ایک میز رکھ لیتا ہے اور اس پر کھڑے ہوکر اپنے خیالات کا اظہار کرتا ہے اور لوگ خود بخود ارد گرد آ کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور تقریر سنتے ہیں۔ یہاں پر تقریر کرنے والوں پر کوئی پابندی نہیں ہوتی جس کا دل چاہے کہے اور اپنا نکتہ بیان کرے۔

لہٰذا حضرت اباجان تقریر کر رہے تھے کہ ایک پادری صاحب جو انڈیا میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے پر مامور رہ کر لندن واپس گئے تھے کہنے لگے کہ میں آپ کی تقریر کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں میز سے اتر گیا اور ان کو اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ پادری صاحب میز پر کھڑے ہوگئے اور یوں گویا ہوئے، کہ یہ شخص جو یہ بیان کر رہا ہے کہ انڈیا میں ایک شخص حضرت مرزا غلام احمد (علیہ السلام) آئے ہیں اور ان کا خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہے، ان کو الہام ہوتے ہیں اور کشف میں نظارے نظر آتے ہیں، وہ مسیح موعود علیہ السلام اور امام مہدی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ یہ لوگ گرم ملک کے رہنے والے ہیں اور گرمی کی وجہ سے بارشیں بھی بہت ہوتی ہیں۔ مچھر بھی بہت ہوتے ہیں اور سرکنڈوں کی چھپر کھٹ بنا کر پانی کے اوپر رکھ کر اُس پر سوتے ہیں۔ لہٰذا ان کو نیند بھی اچھی طرح نہیں آتی اور نہ ہی ان کی صحت اچھی ہوتی ہے۔ خراب صحت کی وجہ سے پھر ان کو عجیب عجیب قسم کی خواب آتے ہیں جس کو یہ پھر الہام اور کشف کا نام دیتے ہیں (غالباً یہ پادری صاحب بنگال میں رہ کر گئے ہوں گے۔) جب پادری صاحب اپنا بیان دے چکے اور میز سے اتر گئے تو میں پھر میز پر چڑھ گیا تو میں نے لوگوں کو کہا کہ جیسے ان پادری صاحب نے بیان کیا کہ ہم انڈیا کے لوگ ان اِن نامساعد حالات اور خراب ترین موسم میں رہتے ہیں اور ہماری صحتیں نہایت خراب اور ناگفتہ بہ ہیں تو میں محترم پادری صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ یہاں میز پر میرے سامنے آ کر کھڑے ہوجائیں اور میں ایک مکامار کر ان کے بتیس کے بتیس دانت نہ نکال دوں تو میں جھوٹا اور یہ سچے ہیں۔ میرے اس بیان کے بعد تمام حاضرین نے ان سے کہا کہ آپ میز پر کھڑے ہوجائیں مگر نہ مانے حتّٰی کہ لوگوں نے پکڑ کر میز پر چڑھانے کی کوشش کی مگر پادری صاحب بالکل بھی نہ مانے یوں جاءالحق وزھق الباطل کا نظارہ لوگوں نے دیکھا۔ مکرم چوہدری حمید نصر اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اباجان سے پوچھا کہ اباجان اگر وہ پادری میز پر چڑھ جاتا تو آپ کیا کرتے۔ اباجان نے بڑے جلال سے فرمایا ’’میاں‘‘ میں اس کے بتیس کے بتیس دانت نکال دیتا۔ سبحان اللہ کتنا اعتماد تھا احمدیت کی سچائی پر اور کتنا اعتماد تھا اپنے مولیٰ کی ذات پر۔

(واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائیدات و نصرت کے ایمان افروز واقعات صفحات 239،240)

حضرت چوہدری صاحبؓ 1947ء میں پنجاب اسمبلی ہندوستان کے رکن بھی رہے۔ آپ تندہی سے وطن کی خدمت کر رہے تھے کہ 12 ستمبر 1947ء کو ایک جھوٹے قتل کے الزام میں آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور بعض اور دوستوں کے ساتھ آپ کو قید و بند کی مشکلات سے گزرنا پڑا۔ جیل کے قیام کے دوران حضرت چوہدری صاحبؓ نے دعوت الی اللہ کو جیل میں بھی جاری رکھا جس کے ذریعہ 54 لوگ احمدیت میں داخل ہوئے۔ ایک دوست بٹالہ کے تھے انہوں نے چوہدری صاحب سے ایک دفعہ پوچھا کہ آپ اتنے مطمئن کیسے ہیں۔ چوہدری صاحب نے بتایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ بخیر و عافیت جیل سے رہا ہو جاؤ گے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ آپ دعا کریں۔ کہ اللہ مجھے بھی ایسا اطمینان بخش نظارہ دکھائے۔ چوہدری صاحب نے دعا کرنے کا وعدہ کرلیا، چند دن بعد اس شخص نے رؤیا میں دیکھا کہ وہ پاکستان چلے گئے ہیں اور جیل کے دروازے کھل گئے ہیں رشتہ دار لینے آئے ہیں اور مٹھائیاں تقسیم ہو رہی ہیں۔ اس کے بعد وہ دوست بھی احمدی ہوگئے۔ چوہدری صاحب کی شخصیت کا غیر احمدی قیدیوں پر بہت اثر تھا۔ آپ نے انہیں اپنی ایک اور رویا بتائی کہ ’’ آموں کے موسم میں وہ رہا ہوجائیں گے‘‘ وہ لوگ بہت حیران تھے کہ کس طرح ایک شخص اتنے یقین سے اپنے رویاء کی بناء پر کہہ سکتا ہے کہ وہ ان کے ساتھ آموں کے موسم میں رہا ہو جائینگے حالانکہ حالات نہایت ہی خطرناک تھے اور یہی سمجھا جاتا تھا کہ تمام قیدیوں کو اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا جائیگا۔ تعجب کی بات ہے کہ جب دونوں حکومتوں نے قیدیوں کا تبادلہ منظور کیا تو اس کے لئے کئی تاریخیں مقرر کی گئیں مگر جب تک آموں کا موسم نہ آیا وہ تاریخیں تبدیل ہوتی رہیں۔ چنانچہ جب 7 اپریل 1948ء کو اس خواب کے مطابق سارے قیدی رہا کر دیئے گئے تو ان میں سے 54 لوگوں نے بیعت کر لی۔

چوہدری صاحب کو جن مختلف عہدوں پر خدمت کی توفیق ملی ہے ان کی کچھ خدمات کا ذکر درج ذیل ہے:

1906ء انجمن تشحیذ الا ذہان کے اعزازی ممبر، 1913ء تا 1916ء انچارج لندن مشن برطانیہ، 1917ء تا 1919ء افسر صیغہ اشاعت، 1919ء تا جولائی 1921ء لندن مشن برطانیہ کے امیر، 1922ء میں آپ ناظر تالیف و اشاعت تھے، 1923ء تا 1924ء امیر وفد برائے شدھی تحریک، جولائی 1924ء کو چوہدری صاحب سیکرٹری تبلیغ کے طور پر حضور کے ساتھ لندن گئے، دسمبر 1924ء تا 1950ء ناظر دعوت و تبلیغ رہے، 1931ء تا 1932ء ناظر تعلیم و تربیت کے طور پر کام کیا، فروری 1937ء کو چوہدری صاحب نے نظارت علیا کا چارج لیا، 1940ء میں مجلس انصار اللہ کے سیکرٹری مقرر ہوئے اور آخری دم تک رہے، اکتوبر 1950ء میں ناظر دعوۃ تبلیغ و ناظر اعلیٰ کے ممتاز عہدوں پر رہنے کے بعد ریٹائر ہوئے اور پھر 1954ء سے 1960ء (تاوفات) ناظر اصلاح وارشاد کے عہدہ پر فائز رہے۔

(واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائیدات و نصرت کے ایمان افروز واقعات صفحہ 238)

وفات نماز جنازہ

28 فروری 1960ء کو خلیفہ وقت کے یہ عظیم سلطان نصیر اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ کا وصیت نمبر 3480 ہے۔ اسی روزسہ پہر ساڑھے چار بجے کے بعد دارالضیافت کے سامنے والے گھاس کے میدان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور بعد ازاں بہشتی مقبرہ میں قطعہ رفقاء تدفین عمل میں آئی۔

آپ کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے فرمایا ’’اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور اس کے فرشتے ان کو لینے کے لئے آگے آئیں اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں ہمیشہ ان پر اور ان کے خاندان پر نازل ہوتی رہیں۔‘‘(آمین)

(کتاب چوہدری فتح محمد سیالؓ صاحب صفحہ 19اور واقفین زندگی کے ساتھ الٰہی تائیدات و نصرت کے ایمان افروز واقعات صفحہ 238)

☆...☆...☆

’’رب کی عنایتوں کی خوشبو‘‘

دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سُونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سِرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر رُوح میں گداز ش ہوتی جائے گی اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔ پس کبھی گھبرانا نہیں چاہیئے اور بے صبری اور بیقراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہیں چاہیئے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہوجاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 434)

قیادت تعلیم کے تحت تعلیمی امتحانات کی اہمیت

(خالد محمود شرما۔ کینیڈا)

قیادت تعلیم مجلس انصار اللہ کینیڈا اپنے انصار بھائیوں کے دینی مطالعہ اور دینی علم بڑھانے کی خاطر ہر سال تعلیمی نصاب مقرر کرتی ہے۔یہ نصاب قرآن مجید کے معین کردہ حصے،احادیث مبارکہ، کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خطبات امام پر مشتمل ہوتا ہے۔دوران سال چار سہ ماہی پر مشتمل آن لائن تعلیمی امتحانات بھی منعقد کئے جاتے ہیں۔جو انصار بھائی آن لائن امتحان نہیں دینا چاہتے انکے لیے تحریری پرچے حل کرنے کی سہولت بھی دستیاب ہوتی ہے۔مگر جائزہ لینے پر یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قیادت تعلیم کی مسلسل یاد دہانی اور توجہ دلانے کے باوجود انصار بھائیوں کی تعلیمی امتحانات کی طرف توجہ بہت کم نظر آتی ہے۔آج اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ اس مضمون کے ذریعے اراکین مجلس انصار اللہ کی توجہ قرآنی تعلیمات،ارشادات حضرت مسیح موعودؑ،اور خلفائے کرام کی روشنی میں ان تعلیمی امتحانات کی طرف مبذول کروائی جائے۔

انسانی ترقی کا راز قلم میں ہے

’’ن۔قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں۔‘‘(القلم: آیت 2)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سورۃ القلم کے ابتدائی تعارف میں فرماتے ہیں کہ ’’یہ سورت لفظ ’’ن‘‘ سے شروع ہوتی ہے جس کا ایک معنی دوات کا ہے۔اور قلم سے لکھنے والے تمام اس کے محتاج رہتے ہیں۔اور انسان کی تمام ترقیات کا دور قلم کی بادشاہی سے شروع ہوتا ہے۔اگر انسانی ترقی میں سے تحریر کو نکال دیا جائے تو انسان جہالتوں کی طرف لوٹ جائے اور پھر کبھی اسے علمی ترقی نصیب نہیں ہوسکتی۔‘‘

(قرآن کریم اردو ترجمہ بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1060)

پھر ایک اور جگہ قرآنی ارشاد کے مطابق انسانی ترقی کا راز قلم میں رکھ دیا گیا ہے:

’’پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔‘‘ (العلق: آیت 2)

’’جس نے قلم کے ذریعے سکھایا۔‘‘ (العلق: آیت 5)

پھر ہمیں اپنی علمی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے:

’’اور یہ کہا کر کہ اے میرے رب مجھے علم میں بڑھا دے۔‘‘ (طٰہٰ: آیت 115)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیش گوئی

قیادت تعلیم کا بنیادی مقصد اراکین مجلس کو علم و معرفت کے حصول کی ترغیب دلانا اور دینی تعلیم کے حصول کیلئے کوشاں رکھنا اور ان کی علمی معیار کی ترقی کا جائزہ لیتے رہنا ہے۔اس ضمن میں انصار بھائیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی درج ذیل پیش گوئی کو ضرور سامنے رکھنا چاہئے۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ’’خُدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمے سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھُولے گا یہاں تک کے زمین پر محیط ہو جاوے گا۔‘‘

(’’تجلیات الٰہیہ‘‘ روحانی خزائن جلد نمبر 20 صفحہ 409)

مرکزی تعلیمی امتحانات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش مبارکہ یہ تھی کہ افراد جماعت دینی علوم میں مہارت حاصل کریں اور پھر ان کے امتحانات بھی ہوں تا کہ ان کے علمی معیار کا اندازہ لگایا جاتا رہے۔چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ’’چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ ہماری اس جماعت میں کم از کم ایک سو آدمی ایسا اہل فضل اور اہلِ کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعویٰ کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قوّیہ اقطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں ان سب کا اس کو علم ہو۔پس ان تمام امور کے لئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اور اہلِ علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اس طرف توجہ دی جائے کہ وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء تک کتابوں کو دیکھ کر اس امتحان کے لئے تیار ہو جائیں۔تعطیلوں پر قادیان پہنچ کر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں۔‘‘

(فرمودہ 9 ستمبر 1901ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 429-430)

اسی تناظر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’دسمبر کے آخر میں جو احباب کے واسطے امتحان تجویز ہوا ہے اس کو لوگ معمولی بات خیال نہ کریں اور کوئی اسے معمولی عُذر سے نہ ٹال دے۔یہ ایک بڑی عظیم الشان بات ہے اور چاہیئے کہ لوگ اس کے واسطے خاص طور پر اس کی تیاری میں لگ جاویں۔‘‘

(ذکرِ حبیب صفحہ 28)

پھر حضورؑ جماعت کو تفقہ فی الدین کی جانب توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں ’’ہماری جماعت کو علم دین میں تفقّہ پیدا کرنا چاہیے۔۔ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ آیاتِ قرآنی و احادیث نبوی اور ہمارے کلام میں تدّبر کریں،قرآنی معارف و حقائق سے آگاہ ہوں۔اگر کوئی مخالف ان پر اعتراض کرے تو وہ اسے کافی جواب دے سکیں۔ایک دفعہ جو امتحان لینے کی تجویز کی گئی تھی،بہت ضروری تھی۔اس کا ضرور بندوبست ہونا چاہئے۔‘‘

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 211-212)

دینی تعلیم سیکھنے کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ کا ایک ارشاد

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’ان تینوں مجالس کو کوشش کرنی چاہئے کہ ایمان بالغیب ایک میخ کی طرح ہر احمدی کے دل میں اس طرح گڑ جائے کہ اس کا ہر خیال،ہر قول اور ہر عمل اس کے تابع ہو اور یہ ایمان قرآن کریم کے علم کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتا۔جو لوگ فلسفیوں کی جھوٹی اور پُرفریب باتوں سے متاثر ہوں اور قرآن کریم کا علم حاصل کرنے سے غافل رہیں وہ ہر گز کوئی کام نہیں کر سکتے۔پس مجالس انصار اللہ،خدام الاحمدیہ اور لجنہ کا یہ فرض ہے اور ان کی یہ پالیسی ہونی چاہئے کہ وہ یہ باتیں قوم کے اندر پیدا کریں اور ہر ممکن ذریعہ سے اس کے لئے کوشش کرتے رہیں۔لیکچروں کے ذریعہ،اسباق کے ذریعہ اور بار بار امتحان لے کر ان باتوں کو دلوں میں راسخ کیا جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو بار بار پڑھا جائے۔‘‘

(بحوالہ تقریر جلسہ سالانہ 27 دسمبر 1941ء سبیل الرشاد حصہ اوّل صفحہ 58-59)

انصار کو بنیادی مسائل کے علم کی طرف توجہ دینی چاہئے

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’لیکن جو میرے مخاطب ہیں اطفال اور نوجوان،خدام الاحمدیہ کی عمر کے یا بچے جن کو میں کہوں گا یا نوجوان ہیں جنہیں کہوں گا وہ دو قسم کے ہیں اور ایک تو وہ ہے جو احمدی گھر میں بچہ پیدا ہوا پھر وہ اپنی عمر سے گذرتا ہوا ایک طفل جو ہمارا انظام ہے اطفال کا اس کی عمر کو پہنچا۔پھر اس سے نکلا۔پھر وہ خدام الاحمدیہ کی عمر کو پہنچا۔پھر اس سے نکلا۔پھر وہ انصار اللہ کی عمر کو پہنچا۔انصار میں سے بھی ہیں بہت سے جن کو ان باتوں کا علم نہیں۔‘‘

(بحوالہ سبیل الرشاد حصہ دوم صفحہ 356-357 خطبات ناصر جلد دوم صفحہ 59)

ہر ناصر اپنی ذات میں مربی بن کر اپنی دینی علم کی کمزوری کا جائزہ لے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

’’بہت سے ایسے احمدی میرے علم میں ہیں جنہوں نے خود اپنی تربیت کی ہے اس لئے کہ ان کا دل پہلے تڑپا تھا۔ان کے دل نے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ جو مقام اور مرتبہ مجھے حاصل ہوا ہے اس کے مطابق مجھے علم نہیں ہے اور اس لحاظ سے میں پیچھے رہ گیا ہوں۔چنانچہ اس وجہ سے ان کے دلوں میں شوق پیدا ہوئے انہوں نے از خود محنتیں کیں،خود پڑھنا شروع کیا،اپنی کمزوریوں کو دور کیا،اگر دلائل میں کمزور تھے تو دلائل کی طرف توجہ کی۔غرضیکہ مربی دل میں پہلے پیدا ہوتا ہے تب انسان حقیقت میں علمی اور دینی تربیت حاصل کرتا ہے۔‘‘

(بحوالہ سبیل الرشاد حصہ سوم صفحہ 367-370 صفحہ 11 266)

بقیہ صفحہ 4 پر

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store | Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اللہ تعالیٰ کی صفتِ ’رقیب‘

(محمد کولمبس خاں۔مہدی آباد جرمنی)

اردو ادب اور احمدیہ اردو ادب میں ایک نمایاں امتیاز ہے۔ احمدیہ اردو ادب میں لفاظی اور تصنع کو دخل نہیں ہوتا۔شاعری ہو یا نثری بیان اس میں صداقت کی چاشنی ہوتی ہے۔ ایک مضمون میں جو الفضل کے بارہ جون 2020 کے شمارے میں شائع ہوا ہے اس میں لکھا تھا:

’’اردو شاعری کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو عاشق ومعشوق کے علاوہ ایک تیسرا کردار رقیب کا بھی ملتا ہے جو عاشق ومعشوق کے لئے بظاہر چاہت لیکن درپردہ ہوسناکی کا جذبہ رکھتا ہے اور معشوق بھی کبھی جان بوجھ کر ۔کبھی عاشق کے حوصلے کو آزمانے کو اس کی طرف جھکتا اور ملتفت ہوتا رہتا ہے۔ اور یوں اردو شاعری کے ابتداء سے اب تک یہ کردار موردِ الزام بھی ہے اور معتوب وملعون بھی۔‘‘

اس کا تجزیہ کرتے ہوئے مضمون نگار نے چند ایک اشعار کے ذریعہ اس کردار کو اپنے متعیّن کردہ مفہوم کے مطابق واضح کرنے کے بعد اس کردار کو اپنے آس پاس تلاش کرتے ہوئے کئی بشری اخلاقی کمزوریوں رقیب کے کھاتے میں ڈال کر ایک دشمن کا روپ بنا کر سامنے لا کھڑا کیا ہے۔ اس کے نتیجے میں احمدیہ اردو ادب کی سطح پست ہو جاتی ہے۔لہذا ذیل کی تحریر میں اسی غلطی کی اصلاح احمدیہ اردو ادب کی روشنی میں کی جانی مقصود ہے۔

یہ بات صرف اس حد تک درست ہے کہ محبت کے مجوزہ تین کرداروں میں سے عاشق اور معشوق کے علاوہ ایک رقیب بھی ہوتا ہے۔ احمدی کسی فانی ہستی کو اپنا محبوب مطلق نہیں سمجھتا۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سورۃ الدہر کی آیت نمبر 18۔ وَیُسۡقَوۡنَ فِیۡهَا كَاۡسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنۡجَبِیۡلًا کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’انتہائی درجہ کے باخدا لوگ وہ پیالے پیتے ہیں۔جن میں زنجبیل ملی ہوئی ہے یعنی وہ روحانی حالت کی پوری قوت پا کر بڑی بڑی گھاٹیوں پر چڑھ جاتے ہیں اور بڑے مشکل کام ان کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتے ہیں۔اور خدا کی راہ میں حیرت ناک جانفشانیاں دکھلاتے ہیں‘‘۔(اسلامی اصول کی فلاسفی۔صفحہ 52)

اس سے قبل اس مضمون میں آپؑ نے بشر کے اخلاقی ارتقاء اور اس کے لوازمات بیان فرمائے ہیں اور رفتہ رفتہ اس مقام محمود کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ تعلیم ہمیں عشقِ حقیقی کی راہ دکھاتی ہے اور اس عشق میں معشوق ہی رقیب بھی ہوتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کی صفتِ رقیب ہے جو بدیوں سے انسان کو بچاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنہ میں سے ایک ’’الرقیب‘‘ بھی ہے۔حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

’’اَلۡاَزۡھَرِی، مشہور لغوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مُھَیۡمِن کا مطلب ہے، امین یعنی امانت دار۔بعض نے مُھَیۡمِن کو مُؤۡتَمَن کے معنوں میں بھی بیان کیا ہے یعنی وہ ذات جس کو امین سمجھا جائے۔ مُھَیۡمِنًا عَلَیۡهِ کے معنی ہیں وہ ذات جو مخلوقات کے معاملات پر نگران اور محافظ ہو۔ مُھَیۡمِن کے معنی بعض نے رقیب کے کئے ہیں یعنی وہ ذات جو نگران ہو۔ پھر ایک جگہ لغت میں کہتے ہیں، قرآن کریم کے مُھَیۡمِنًا عَلَیۡه ہونے کا ایک معنی یہ کیا گیا ہے کہ یہ کتب سابقہ پر نگران اور محافظ ہے‘‘۔(خطبہ جمعہ فرمودہ ۔ 8 اگست 2008)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اللہ تعالیٰ کی صفتِ رقیب کی بابت فرماتے ہیں:

’’حضرت مسیح موعودؑ نے اللہ تعالیٰ کی صفت رقیب کے سلسلے میں فرمایا۔ جب تم یہ خیال کرو گے کہ اللہ تم پر نگران ہے تو ہر گناہ اور بے حیائی سے بچ جاؤ گے کیونکہ ہر انسان اپنی بدی کو خفیہ رکھنا چاہتا ہے‘‘۔(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 12۔اکتوبر 2001ء)

حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب اپنے ایک مضمون ’’شیطان کا منصب‘‘میں لکھتے ہیں :

’’یہ مختصر تشریح ہے بدی کے محرکِ اوّل کی جس کا وصفی نام شیطان۔ وسواس خناس اور اپنے انتہائی مظاہرہ کی صورت میں طاغوت اور ابلیس ہے۔اس کے ناموں سے شیطان کے منصب کی حقیقت از خود واضح ہو جاتی ہے۔قران مجید میں ایک جگہ اس کا نام قعید بھی رکھا گیا ہے اور اس کے مقابلہ میں نیکی کے محرک کا نام رقیب عتید۔ کیونکہ دونوں نفس بشری کے ساتھ لازم وملزوم کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور جو صراطِ مستقیم انسان کے لئے اللہ تعالیٰ تک پہونچنے کے لئے تجویز ہوئی ہے اس پر دونوں محرک اپنا فرض منصبی ادا کر رہے ہیں‘‘۔ (الفضل 25۔ مارچ 1959)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اسی مضمون کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ یہ مضمون ایسا ہے جو دنیا کی محبت پر غور کرنیوالوں کو نہیں سمجھ آیا چنانچہ مجھے اس مضمون پر غور کرتے ہوئے غالب کا ایک شعر بھی یاد آیا کہ

ذکر اس پری وش کا اور پھر بیاں اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازداں اپنا

کہ میں نے کسی کو رازداں بنایا تھا محبت میں لیکن اس نہایت ہی حسین پری چہرہ کا ذکر ہو اور وہ بھی غالب کی زبان میں ہو تو کیسے ہوسکتا ہے کہ سننے والا عاشق نہ ہو جائے۔ چنانچہ وہ جسے میں نے رازداں بنایا تھا وہ میرا رقیب بن گیا۔تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے زیادہ عاشق تو کوئی دنیا میں سوچا ہی نہیں جا سکتا اور پھر ذکر بھی آپ کی زبان سے ہو خدا کا۔ جو عام باتوں کے علاوہ فصاحت و بلاغت میں بھی قرآن کے بعد سب سے بلند معیار رکھنے والے تھے۔ اس سے لازماً بے اختیار اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے‘‘۔ (خطبہ 20 مارچ ۔ 1987)

حضرت مصلح موعودؓ اپنے ایک خطبہ نکاح بعنوان ’’اللہ تعالیٰ کی صفتِ رقیب ہمیشہ مدِ نظر رکھو‘‘بیان فرمودہ 28 جنوری 1938 میں ارشاد فرماتے ہیں :

’’اللہ تعالیٰ کی انہی صفات میں سے جن کو انسان غلط طور پر استعمال کرتا اور جن پر کلیۃً حاوی ہو جانا چاہتا ہے ایک صفتِ رقیب بھی ہے۔ اسی کی طرف اس آیت میں جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہے توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یاد رکھو! رقیب میں ہوں۔یعنی خدا ہی ہے جو لوگوں کا نگران ہے۔ وہ زید کے اعمال کو دیکھتا ہے اور پھر اس کے متعلق فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اچھا ہے یا بُرا پھر وہ بکر کا رقیب بنتا اور اس کے اعمال کی نگرانی کر کے اس کے متعلق یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اچھا ہے یا بُرا۔ پس خدا رقیب ہے اور چونکہ انسانوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ طاقت رکھی ہے کہ وہ اس کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں۔ (الفضل مورخہ 3فروری 1938ء)

عشق حقیقی میں محبوبِ ازلی کے عشاق کا معاملہ دنیاوی عاشقوں جیسا ہو نہیں سکتا۔ اس عشق کی نوعیت بالکل مختلف ہوتی ہے اور بقول چوہدری محمد علی مضطرؔ صاحب کے :

سبھناں دے سانجھے رانجھناں! توں جانویں کیہڑے راہ
ترا عاشق کل جہان اے، ترے عاشق اک نہ دو

اس عشق میں رقابت بمعنی عداوت نہیں ہوتی تو ’’محبت‘‘ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو کر اُس کی مخلوق کی طرف لوٹتی ہے تب جا کے انسان اس راز کو پاتا ہے کہ

محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں

☆ ... ☆ ... ☆

طلوع وغروب آفتاب

02جولائی 2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:15	19:07
مدینہ منورہ	04:06	19:15
قادیان	03:48	19:38
ربوہ	03:28	19:18
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:23	21:21